محمد عابد مسعود ڈوگر

7 ستمبر------یومِ تحفظِ ختمِ نبوت

قادیانی فتنے کا تعارف اور اس کے تعاقب کی لمحہ بہ لمحہ کہانی

سات ستمبر کا دن پاکستان کے مسلمانوں کے لئے خصوصی طور پر اور دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے مسلمانوں کے لئے عمومی طور پر، ایک یادگار اور تاریخی دن ہے۔ یہ دن جب ہر سال ستمبر کے مہینے میں لوٹ کر آتا ہے، تو ہمیں اس تاریخ ساز فیصلے کی یاد دلاتا ہے جو پاکستان کی قومی اسمبلی نے عقیدۂ ختمِ نبوت کی حقانیت کا برملا اور متفقہ اعلان کرتے ہوئے جاری کیا تھا۔ اسی عظیم اور تاریخ ساز فیصلے کی رو سے گزشتہ سے پیوستہ صدی کی آخری اندھیری راتوں میں جنم لینے والی ناجائز اور جھوٹی قادیانی نبوت اور اس کے ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا گیا تھا۔ قومی اسمبلی نے جمہوری طریقے کے مطابق متفقہ طور پر یہ بل پاس کیا۔ آج کی ساری گفتگو چونکہ اسی دن کے حوالے سے ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اسلام میں عقیدۂ ختمِ نبوت کی اہمیت اور اس مضبوط قلعہ کی فصیلوں میں اندھیری راتوں میں چھپ کے شب خون مارنے والوں کا بھی کچھ تفصیل سے ذکر کیا جائے۔

عقیدۂ ختمِ نبوت مسلمانوں کے ایمان کی اصل اور اساس ہے۔ ختمِ نبوت کا منکر بالاتفاق کافر اور مرتد ہے۔ حضور اکرم ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نبی آخر الزماں ہیں۔ قرآن پاک اور احادیث میں اس کا واضح اعلان موجود ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبی ماننا، دائرہ اسلام سے خارج ہونے والی بات ہے۔ جھوٹے مدعیانِ نبوت کا سلسلہ حضور اکرم ﷺ کے آخری دور سے شروع ہوتا ہے۔

اسودِ عنسی حضورِ اکرم ﷺ کے آخری لمحات میں حضورِ اکرم ﷺ کے حکم سے جہنم رسید ہوا۔ جبکہ مسیلمہ کذاب حضورِ اکرم ﷺ کے انتقال کے بعد ایک بڑا لشکر بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے اپنے اسی اعلان سے لوگوں کو گمراہ کیا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے اسے اپنی نبوت میں شریک کر لیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد اور اپنی خلافت کے تمام تر نامساعد حالات کے باوجود مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد کا اعلان کر کے لشکر کشی فرمائی۔ چونکہ دوسری بہت سی جگہوں پر اس وقت اسلامی فوج مصروف تھی۔ تمام جوان صحابہ کرامؓ ان معرکوں میں شرکت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اس لیے اس لشکر میں اصحاب بدر، مفسر، محدث، حفاظ صحابہ کرامؓ شامل تھے۔ مسیلمہ کذاب کا لشکر تیس ہزار سے کچھ زائد تھا۔ سخت قسم کا معرکہ ہوا۔ اس موقعہ پر بارہ سو سے زائد مذکورہ بالا صفات کے حامل صحابہ کرامؓ نبی اکرم ﷺ کی ختمِ نبوت کے تحفظ کے لئے قربان ہو گئے۔ مسیلمہ کذاب اپنے لشکر سمیت جہنم رسید ہو کر گزشتہ زمانے کی ایک کہانی بن گیا۔ اس دجال سے لے کر قادیان کے دجال تک بہتر (۷۲) کے قریب سیاہ بختوں نے ،نبوت کی عظیم دیوار میں نقب لگانے کی

کوشش کی۔ ان تمام کو امت مسلمہ نے بالاتفاق مسترد کر کے بعض کے خلاف تو جہاد کیا، بعض کو دیس نکالا دے ڈالا اور بعض کے خلاف تردیدی مہم چلائی۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق نبوت کے ہر مدعی کو کذاب اور دجال قرار دے کر اسلام کی مہکتی ہوئی بستی سے

کوسوں دور پھینک دیا۔ اسی تناظر میں ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف مسلمانوں کی طرف سے بپا کردہ اس صدی کی عظیم تحریک کا جائزہ لیتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کسی گمنام خاندان کے فرد نہیں بلکہ ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، جس کا تذکرہ تاریخ کے صفحات میں موجود ہے۔ سر لیپل گریفن نے اپنی کتاب ''تاریخ رئیسانِ پنجاب'' میں مرزا صاحب کے خاندان کا قصہ بیان کیا ہے۔ جس کا اردو ترجمہ سید نوازش علی شاہ مترجم دفتر گورنر پنجاب نے ۱۹۱۱ء میں سرکاری اجازت سے کر دیا تھا۔ اس کتاب کی جلد دوئم کے صفحہ ۴۴ پر مرزا صاحب کے خاندان کا ذکر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاندان سکھوں کے دور اقتدار میں بھی سکھوں کے ساتھ مل کر پنجاب کے مختلف علاقوں میں مسلمان حریت پسندوں کے خلاف شمشیر بکف رہا ہے۔ جب انگریز پنجاب میں آئے اور سکھ دور حکومت زوال پذیر ہوا تو پھر مرزا قادیانی کے اسلاف انگریزوں کے ساتھ مل کر ان حریت پسندوں کے خلاف بھی نبرد آزما ہو گئے، جو انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے مصروفِ جہاد تھے۔ مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضٰی نے رنجیت سنگھ کی فوج میں ملازم رہ کر مہاراجہ کی ہر فوجی مہم میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ رنجیت سنگھ کے دور حکومت میں سید احمد شہیدؒ کے حریت پسندوں کا جہاد دراصل اسی سکھ حکومت کے خلاف تھا۔ اس لیے کشمیر، پشاور اور ہزارہ پر سکھوں نے جتنے بھی حملے کیے، وہ صرف مسلمانوں کے خلاف تھے۔ ان حملوں میں مرزا صاحب کے والد اور بھائی مرزا غلام مرتضٰی اور مرزا غلام قادر سکھ فوج میں ملازم ہو کر مسلمانوں کے خلاف مصروف پیکار رہے۔ مرزا غلام مرتضٰی نے اپنی فوجی زندگی کا بیشتر حصہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بیٹے شیر سنگھ کی ملازمت میں بسر کیا اور یہ وہی شیر سنگھ ہے، جس کی قیادت میں بالا کوٹ کے مقام پر، سید احمد شہیدؒ کے مجاہدوں کی آخری جھڑپ ہوئی۔ جس میں جذبہ جہاد سے سرشار اسلام کی عظیم تحریک اسلام کے نام پر قربان ہوگئی۔ مرزا کے آباؤ اجداد کفار کے نمک حلال اور مسلمانوں کے نمک حرام رہے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں قادیان ضلع گورداسپور میں پیدا ہوا۔ خاندان پشتی طور پر انگریزوں کا وفادار اور نمک خوار تھا۔ وہ نمک خواری کس حد تک تھی، اس کا ملاحظہ آپ کتاب البریہ (ص۔۳،۴،۵) پر کر سکتے ہیں۔ اس خاندان میں مرزا غلام احمد قادیانی کی پرورش اس دور میں ہوئی، جب پوری مسلمان آبادی انگریز کے خلاف مصروف جہاد تھی اور ۱۸۵۷ء کا جہاد جس کو مرزا غلام احمد قادیانی غدر سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ بھی اسی جہاد کا حصہ تھا۔ خاندانی نمک خواری کے اثرات کا اظہار بعد میں اس طرح ہوا کہ مرزا صاحبؒ نے بدیسی انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام قرار دے دیا۔ اور انگریزی حکومت کو اللہ کا سایہ اور خود کو اس کا خود کاشتہ پودا قرار دیا۔ ''بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد درست ہے یا نہیں؟ سو، یاد رہے کہ یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین واجب ہے، اس سے جہاد کیسا؟ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بد خواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔'' (شہادت القرآن ص ۵۴)

مرزا صاحب نے جب تک اپنے آپ کو اسلام کے مناظر کی حیثیت سے پیش کیا۔ علماء کرام نے اس کی تائید کی۔ لیکن جب مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات سے ٹکرانے لگے تو علمائے کرام نے ان عقائد کو نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں پرکھا اور شریعت نے ان عقائد کی روشنی میں جو حکم نافذ کیا، وہی حکم مرزا قادیانی کے عقائد پر لاگو کیا گیا۔ مجدد کے بعد ملہم سے مصلح وغیرہ تک مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے رہے۔ اہل علم نے اسی وجہ سے کفر کے فتاویٰ جاری نہیں کیے، بلکہ مرزا

صاحب کی اصلاح کی کوشش کی کہ جن کا تم دعویٰ کرتے ہو، ان کے اوصاف تمہارے اندر نہیں ہیں۔ لیکن بعد میں یہ بات ظاہر ہوئی کہ مرزا صاحب تو کسی اور ہی مشن پر کام کر رہے ہیں۔ وہ ان ضلالتوں سے رجوع کرنے کی بجائے جھوٹے دعوؤں کی سیڑھیاں ٹھکا ٹھک چڑھتے جا رہے ہیں۔ مجدد اور مصلح کے بعد مامور من اللہ، مسیح موعود تک پہنچے۔ اور آخر کار مسیلمہ کذاب کی پیروی کرتے ہوئے نبوت کی عمارت میں نقب لگانے کی ٹھان لی اور اپنے آپ کو نبی اکرم ﷺ کے مقابلے میں پیش کیا۔ اب ان کے چند ''قلم پارے'' ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کریں ''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا'' (دافع البلا طبع سوم قادیان ۱۹۴۶ء، ص ۱۱)

میں رسول اور نبی ہوں یعنی کہ اعتبار ظلیت کاملہ کے، میں وہ آئینہ ہوں، جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔'' (نزول مسیح ص ۳ (حاشیہ) طبع اول مطبع ضیاء اسلام قادیان ۱۹۰۹ء)

''میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔'' (تمتہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸ مطبوعہ قادیان ۱۹۳۴ء)

''میں جبکہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیش گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں اور جبکہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیونکر رد کر دوں یا اس کے سوا کسی اور سے ڈروں ('' ایک غلطی کا ازالہ'' ص ۸ مطبوعہ قادیان، ۱۹۹۱ء)

ان عقائد کے بعد علمائے کرام نے مرزا صاحب اور اس کے پیروکاروں کو امت اسلامیہ سے خارج کرنے کا فتویٰ جاری فرمایا۔ جن اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا گیا، وہ یہ ہیں۔

نبی اکرم ﷺ پر نبوت اور رسالت کے مقدس سلسلے کی تکمیل ہوگئی اور آپ کے بعد کوئی بھی کسی بھی قسم کا نبی نہیں آ سکتا۔ اور نہ آپ کے بعد کسی پر وحی آ سکتی ہے اور نہ ایسا الہام جو دین میں حجت ہو۔ اسلام میں اس عقیدے کا نام ''ختم نبوت'' ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ سے لے کر اب تک امت مسلمہ مکمل اتفاق کے ساتھ اسے ایمان کا جز و قرار دیتی آئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے کہاں اپنے اوپر اپنے اس مقدس سلسلے کی تکمیل کی وضاحت فرمائی وہیں اپنے بعد اس منصب کا دعویٰ کرنے والوں کے بارے میں بھی اپنی امت کو خبردار فرما دیا۔ آپ نے فرمایا۔ ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تیس کے قریب کذاب اور دجال پیدا نہ ہوں گے جن میں سے ہر ایک دعویٰ کریگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔'' (صحیح بخاری شریف)

ایک دوسری حدیث میں ارشاد پاک ہے۔ ''قریب ہے کہ میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہونگے۔ ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں۔ حالانکہ میں ﷺ خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔'' (جامع الترمذی)

میرا خیال ہے کہ اب آپ کو اسود عنسی اور مرزا غلام احمد قادیانی میں کوئی فرق محسوس نہیں ہو رہا ہوگا۔ اس فتنے نے جب سے سر اٹھایا۔ اہل علم اس کے تعاقب میں ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنے سسرالی کے وطن لدھیانہ کا انتخاب کیا اور ۱۸۸۱ء میں ایک عام اجلاس کے اندر اس کا اعلان کیا۔ لدھیانہ کے ممتاز عالم دین مولانا عبداللہ لدھیانوی نے اس کی سختی سے تردید کی۔ مرزا کے ماموں نے اسے علماء کا حسد قرار دیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد تمام علمائے لدھیانہ پر مرزا کی تعلیمات کے مطالعہ کے بعد اس کا کفر ظاہر ہو گیا۔ علماء نے اس کی تمام کفریہ عبارات اور عقائد کو جمع کیا اور اس کی روشنی میں اہل علم سے فتویٰ کی توثیق کی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے تعاقب میں میدان میں نکل پڑے۔

۱۹۲۹ء تک علماء نے علمی مباحثوں اور مناظروں کے ذریعے قادیانیت کا مقابلہ کیا، جو علماء اس میدان میں مرزا غلام احمد قادیانی کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔ ان میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا لطیف اللہ علی گڑھی، مولانا احمد حسن دہلوی، شیخ الہند محمود حسن، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا عبداللہ لدھیانوی، محمد اسماعیل، مولانا محمد علی مونگیری، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری، مولانا رشید احمد گنگوہی، اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

۱۹۲۹ء میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، چودھری افضل حقؒ، شیخ حسام الدینؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، اور مولانا ظفر علی خانؒ نے مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی۔ احرار کے قیام کے چند ہی دنوں بعد تحریک کشمیر کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہاں قادیانیوں نے کشمیریوں سے ہمدردی کے نام پر اپنی کفریہ سرگرمیاں شروع کر رکھی ہیں۔ قادیانیوں کے خلیفہ مرزا بشیر الدین نے کشمیر کمیٹی بنائی اور اس میں حضرت علامہ اقبالؒ نے قادیانیت کا بغور مطالعہ کیا اور پنڈت نہرو کو قادیانیت کے بارے میں دھول جھونکنے کے لئے کیا گیا تھا۔ احرار کی تحریک پر علامہ اقبالؒ نے قادیانیت کا بغور مطالعہ کیا اور پنڈت نہرو کو قادیانیت کے بارے میں کیے گئے سوال کے جواب میں اپنے ایک خط میں لکھا کہ ''قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں'' مولانا ظفر علی خانؒ نے صحافت کے ذریعے اس فتنہ کا تعاقب کیا، روزنامہ زمیندار اس مقصد کے لئے وقف تھا۔ احرار کے قیام سے قبل جتنی بھی کوششیں ہوئیں، وہ ساری علمی اور انفرادی سطح کی تھیں۔ قادیانیوں کے خلاف منظم تحریک احرار ہی نے اپنے قیام کے بعد چلائی۔ ۱۹۳۰ء میں محدث اعظم حضرت مولانا انور شاہ کشمیری علیہ الرحمۃ نے انجمن خدام الدین لاہور کے سالانہ جلسہ کے موقع پر پانچ سو علماء کی موجودگی میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت کا لقب عطا فرمایا۔ اور قادیانیت کے خلاف جدوجہد کرنے کے لئے امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کی اقتداء میں پانچ سو جید علماء نے اس عظیم الشان اجتماع میں شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اب امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنی زندگی کو دو کاموں کے لئے وقف کر دیا۔ ایک عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اور دوسرا ہندوستان سے انگریزوں کا انخلاء۔ احرار نے قادیانیت کا باقاعدہ اور منظم انداز میں تعاقب کرنے کے لئے عوامی اجتماعات منعقد کرنے شروع کر دیئے۔ قادیان جس کو قادیانی امت نے ایک علیحدہ ریاست بنا رکھا تھا۔ وہاں اپنا دفتر قائم کیا۔ مستقل طور پر شعبۂ تبلیغ کی بنیاد رکھی اور ساتھ ہی مسجد و مدرسہ قائم کر دیا۔ ۲۱۔۲۲۔۲۳، اکتوبر ۱۹۳۴ء کو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی صدارت میں قادیان میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا۔ مرزا بشیر الدین کی درخواست پر انگریز حکومت نے قادیان کی میونسپل حدود میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی۔ احرار نے شہر کی حدود کے باہر یہ کانفرنس منعقد کی۔ جس میں کراچی سے راس کماری تک کے دو لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار اسلام نے اپنی سیاسی حیثیت ختم کرنے کا اعلان کیا اور اپنی تمام تر طاقت تبلیغی و اصلاحی امور اور استحکام پاکستان کے لئے صرف کر دی۔ احرار نے قیام پاکستان تک کیا کیا قربانیاں دیں اور انگریز کو اپنے اقتدار کا ٹاٹ لپیٹنے پر کیسے مجبور کیا؟ (اس کے لئے دیکھئے جانباز مرزا مرحوم کی کاروانِ احرار) پاکستان کے قیام کے بعد قادیانیوں نے ربوہ (حال چناب نگر) کو اپنی ارتدادی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ اور نئے طریقوں سے اپنا جال پھیلانا شروع کر دیا۔ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی کو بنایا گیا۔ اس نے اپنے سرکاری منصب کا اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے بے دریغ استعمال کیا۔ قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کا سدباب کرنے کے لئے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ایماء پر مولانا لعل حسین اخترؒ نے ۳ جون ۱۹۵۲ء کو تمام مکاتب فکر کی مجلس مشاورت بلائی تاکہ ایک

مشترکہ پلیٹ فارم سے اس نئے فتنے کا سدباب کیا جائے۔ اس مشترکہ مجلس نے ذیل کے مطالبات مرتب کیے۔

۱۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲۔ ظفر اللہ قادیانی کو وزیر خارجہ کے عہدہ سے علیحدہ کیا جائے۔

۳۔ تمام کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔

۱۹۵۲ء کو قادیانیوں نے اپنا سال قرار دیا۔ بلوچستان بالخصوص اور پنجاب کو بالعموم قادیانی اسٹیٹ بنانے کے لئے اپنی سرگرمیاں شروع کردیں۔ ۱۹۵۲ء کی آخری رات امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے چنیوٹ کے اندر ایک عظیم الشان جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ ۱۹۵۲ء گزر چکا ہے اور قادیانیوں کی تمام پیش گوئیاں جھوٹی قرار پائیں۔ اب میں اعلان کرتا ہوں، ۱۹۵۳ء تحفظ ختم نبوت کا سال ہے۔ مجلس احرار اسلام کی تحریک پر کراچی میں قائم ہونے والی کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے تحت پورے ملک میں قادیانیوں کے خلاف بھرپور اجتماعی مہم شروع ہوگئی۔ یہ مہم دیکھتے ہی دیکھتے ایک عظیم الشان تحریک میں بدل گئی۔ اس تحریک میں مجلس احرار اسلام، جمعیت علمائے اسلام، جمعیت علمائے پاکستان، تنظیم اہل سنت، جمعیت اہل حدیث، جماعت اسلامی اور حزب اللہ شامل تھیں۔ خواجہ ناظم الدین نے اس تحریک کو اپنے اور دولتانہ کے خلاف سمجھا اور اس کو کچلنے کے لئے طاقت کا بے دریغ استعمال کیا۔ لاہور میں جزوی مارشل لاء لگا دیا گیا اور اس دور کے چنگیز خان جنرل اعظم نے نہتے مسلمانوں پر گولیاں چلائیں اور تیرہ ہزار مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ پورے ملک میں ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کو جیلوں کی نذر کیا گیا۔ قائدین جب جیلوں سے رہا ہو کر آئے تو فضا بہت تبدیل ہو چکی تھیں۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو بڑھاپے نے آن لیا۔ عاشقان ختم نبوت نے ذرا آرام کے بعد تحریک کو نئے سرے سے منظم کرنا شروع کر دیا۔ دھیرے دھیرے پورے ملک میں تبلیغی طرز پر کام چلتا رہا۔ آخرکار ۱۹۷۳ء میں آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر بارش کے پہلے قطرے کا کام کیا۔ ملک بھر میں خوشی اور مسرت کے شادیانے بجائے گئے۔ قائد احرار جانشین امیر شریعت سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ نے آزاد کشمیر اسمبلی کو اپنے مبارک بادی پیغام میں کہا ''صحیح ترین بات یہ ہے کہ آزاد کشمیر کی محدود تر حکومت کی مقید ترین اسمبلی نے اس دور ضلالت میں ملکی سطح پر منظم، مسلح اور برسر اقتدار کسی بھی کفر و الحاد، کوئی بھی رعب اور خوف محسوس نہ کر کے مسلمانوں کا دیرینہ آئینی مطالبہ تسلیم کر لیا۔ اور قادیانوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا ہے۔ تحریک مقدس ختم نبوت کے تیرہ ہزار سے زائد شہداء کرام کے خون بے گناہی کا روحانی پیغام قبول کر لیا ہے۔ ہم سردار عبدالقیوم خان، صدر آزاد کشمیر اور ان کے رفقاء اور اراکین اسمبلی اور کشمیری مسلمانوں کو قلب و جگر کی اتھاہ گہرائیوں سے ہدیہ تحسین و تبریک پیش کرتے ہیں''۔ اس فیصلے نے مسلمانوں کو اک ولولہ تازہ دیا۔ دوسری طرف مئی ۱۹۷۴ء میں نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء کا ایک گروپ سیر و تفریح کی غرض سے چناب ایکسپریس سے پشاور جا رہا تھا۔ جب ٹرین ربوہ پہنچی تو قادیانیوں نے اپنے دستور کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی کی خرافات پر مبنی لٹریچر تقسیم کرنا شروع کر دیا۔

نوجوان طلباء اس سے مشتعل ہو گئے۔ طلباء اور قادیانیوں کے مابین تو تکار ہوئی۔ طلباء نے ختم نبوت زندہ باد اور قادیانیت مردہ باد کے نعرے لگائے۔ قادیانیوں نے اس وقت تو اس گروپ کو جانے دیا اور اپنے خفیہ ذرائع سے اس کی واپسی کی تاریخ کا پتہ لگوایا۔ واپسی پر ۲۹ مئی کو طلباء جب ربوہ پہنچے تو قادیانی غنڈے دیسی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر طلباء پر ٹوٹ پڑے اور جس ڈبے میں یہ گروپ سوار تھا، اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ قادیانی غنڈوں نے طلباء کو نہایت بے دردی سے مارنا پیٹنا شروع

کر دیا۔ طلباء لہولہان ہو گئے ۔ جبکہ قادیانی غنڈوں نے ان کا سامان لوٹ لیا۔ آناً فاناً یہ خبر فیصل آباد پہنچ گئی ۔ تحفظ ختم نبوت کے مقامی رہنماء مولانا تاج محمود ایک بہت بڑا جلوس لے کر فیصل آباد اسٹیشن پر پہنچ گئے ۔ یہ خبر پہلے ہی جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی ۔ اس لیے ہزاروں شہری پہلے ہی سے اسٹیشن پر موجود تھے ۔ مسلمانوں نے اس کھلی غنڈہ گردی پر زبردست احتجاج کیا اور طلباء کی مرہم پٹی کرائی گئی ۔ اگلے روز یہ خبر پورے ملک میں پھیل گئی اور ہر جگہ قادیانیوں کی بدمعاشی کے خلاف مظاہروں کا ایک طوفان امڈ پڑا ۔ اس واقعہ میں اسلامیان پاکستان کے احتجاج نے تحریک مقدس ختم نبوت کو نئی جیت دی ۔ عوام کے اس پرزور احتجاج پر حکومت کے ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی ۔ پنجاب اسمبلی میں قائد حزب اختلاف علامہ رحمت اللہ ارشد نے اس واقعہ پر اپنا احتجاج ریکارڈ کرواتے ہوئے فرمایا: ''ختم نبوت کی دینی حیثیت کے متعلق تمام مسالک کے علماء متفق ہیں کہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں ۔ قادیانیوں نے سانحہ ربوہ پر سات دن کی منصوبہ بندی کی ،لیکن حکومت نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا اور قادیانی اپنے عقائد کی وجہ سے ،علمائے کرام نے اپنی صفوں کو درست کرنا شروع کر دیا ۔ ۹ جون ۱۹۷۴ء کو لاہور میں مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی صدارت میں کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا اجلاس منعقد ہوا ۔ اجلاس میں شرکت کرنے والے علماء میں قائد احرار سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ ،مولانا عبید اللہ انورؒ ،مولانا مفتی محمودؒ ،مولانا محمد شریف جالندھریؒ ،مولانا عبدالستار خان نیازیؒ ،مولانا شاہ احمد نورانی اور چودھری ثناء اللہ بھٹہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ جبکہ نوابزادہ نصر اللہ خان اور آغا شورش کاشمیریؒ بھی اس اجلاس میں شریک تھے ۔ باقاعدہ طور پر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت تشکیل دی گئی ۔ مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کو اس کا کنوینئر مقرر کیا گیا ۔ مستقل انتخاب کے لئے ۱۷ جون کو فیصل آباد میں تمام دینی اور سیاسی جماعتوں کا مشترکہ اجلاس بلایا گیا ۔ یہ اجلاس بھی مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی صدارت میں منعقد ہوا ۔ اس اجلاس میں شرکت کرنے والی جماعتوں میں مجلس احرار اسلام ۔ مجلس تحفظ ختم نبوت ۔ جمعیت علماء اسلام ۔ جمعیت علمائے پاکستان ۔ حزاب الاحناف ۔ جماعت اسلامی ۔ جمعیت اہلحدیث ۔ مسلم لیگ اور پاکستان جمہوری پارٹی شامل تھیں ۔ اس موقعہ پر جو ایکشن کمیٹی تشکیل پائی اس کے کنوینئر سید محمد یوسف بنوریؒ جبکہ سیکرٹری جنرل صاحبزادہ محمود احمد رضوی کو منتخب کیا گیا ۔ اجلاس میں انتخاب کے حوالے سے کئی مشکل مرحلے آئے ۔ اس موقعہ پر شرکاء اجلاس نے سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ اور آغا شورش کاشمیریؒ کی گہری بصیرت سے بہت استفادہ کیا ۔ تمام معاملات نہایت خوش اسلوبی سے طے پائے گئے ۔ اس کے بعد مجلس عمل کے قائد مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ ۔ سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ ۔ صاحبزادہ محمود احمد رضوی ۔ آغا شورش کاشمیریؒ ۔ مولانا شاہ احمد نورانی ۔ اس میں درجنوں علماء نے مجلس عمل کے مطالبات کی راہ ہموار کرنے کے لئے پورے ملک میں اپنے دوروں کا جال بچھایا ۔ قادیانی اس تحریک سے ہڑ بڑا اٹھے اور مسلمانوں کو تشدد کے ذریعے ہراساں کرنے کے لئے کئی جگہ دستی بموں سے حملے کیے ۔ حکومت نے ابتدائی طور پر تحریک کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش کی ۔ مرکزی اور مقامی سطح پر قائدین کی گرفتاریاں شروع کر دیں ۔ جناب آغا شورش کاشمیریؒ کو گرفتار کر لیا گیا ۔ ان کے ہفت روزہ ''چٹان'' کو بند اور پریس کو سیل کر دیا گیا ۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے صاحبزادے سید عطاء المحسن بخاریؒ کو پابند سلاسل کر دیا گیا ۔ قائدین کی اکثریت تحفظ ناموس رسالت کے مطالبہ کی پاداش میں جیل کی نذر ہو گئی مگر ان تمام معاملات نے تحریک کو ایک نئی جلا بخشی ۔ طلباء تنظیمیں بھی میدان میں آ گئیں ۔ جمعیت طلباء اسلام ،تحریک طلباء اسلام ۔ انجمن طلبائے اسلام ۔ اسلامی جمعیت طلبہ نے اس تحریک میں اپنا زبردست کردار ادا کیا ۔ تحریک طلبائے اسلام کے مرکزی صدر ملک رب نواز چنیوٹی جو اپنی پرجوش تقریروں کی وجہ سے حلقے میں بہت زیادہ مشہور تھے ۔ حکومت نے انہیں گرفتار کر لیا ۔ حکومت نے اب یہ

دیکھا کہ ان اقدامات سے تحریک مزید پھیل رہی ہے تو حکومت نے قوم کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ اور قومی اسمبلی میں قائد حزبِ اختلاف جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے سانحہ ربوہ اور قادیانی مسئلہ پر سفارشات مرتب کرنے کے لئے پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی قرار دیا۔ جمعیت علماءِ پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے ایک پرائیویٹ بل قومی اسمبلی میں پیش کیا۔ جس پر اٹھائیس (۲۸) معزز اراکینِ اسمبلی کے دستخط ثبت تھے۔ اور یہ بل حزبِ اختلاف کی طرف سے تھا۔ ان دنوں حزبِ اختلاف کے قائد مولانا مفتی محمودؒ تھے۔ بھٹو مرحوم کی طرف سے قومی اسمبلی کو صاحبزادہ فاروق علی خان کی صدارت میں قادیانی مسئلہ پر ایوان میں بحث شروع ہوگئی۔ قادیانی اور لاہوری گروپ نے اپنے اپنے محضر نامے پیش کئے۔ قادیانی گروپ کے جواب میں ''ملتِ اسلامیہ کا موقف'' نامی محضر تیار کیا گیا۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا محمد حیاتؒ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے حوالہ جات کی تدوین کا کام کیا۔ مولانا محمد تقی عثمانی اور مولانا سمیع الحق نے ان حوالہ جات کو ترتیب دے کر ایک خوبصورت کتاب مرتب کر لی۔ چند دنوں میں یہ محضر نامہ تیار ہوگیا۔ جس کو مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمودؒ نے قومی اسمبلی میں پڑھا۔ لاہوری گروپ کے جواب میں حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے مستقل طور پر محضر نامہ تیار کیا۔ قادیانی گروپ کے سربراہ مرزا ناصر کو قومی اسمبلی میں زبانی طور کمیٹی کے سامنے اپنا موقف پیش کرنے یا سوالات اور جوابات پر جرح کے لئے بلایا گیا تھا۔ ۵ سے ۱۱ اور ۲۰ سے ۲۱ اگست ۱۹۷۴ء تک کل گیارہ روز مرزا ناصر احمد قادیانی پر جرح ہوئی۔ ۲۷ اور ۲۸ اگست کو لاہوری گروپ کے صدر الدین عبدالمنان عمر اور سعود بیگ پر دو روز جرح ہوئی ۵، ۶ ستمبر کو اٹارنی جنرل آف پاکستان جناب یحیٰی بختیار نے بحث کو سمیٹا، انھوں نے دو روز تک اراکینِ قومی اسمبلی کے سامنے اپنا مفصل بیان پیش کیا۔

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو چار بج کر پینتیس منٹ پر قادیانیوں کے دونوں گروپ مرزائی اور لاہوری گروپ کو قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر غیر مسلم اکثریت قرار دے دیا۔ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے قائدِ ایوان کی حیثیت سے خصوصی خطاب کیا اور عبدالحفیظ پیرزادہ نے آئینی ترمیم کا تاریخی بل پیش کیا۔ یہ بل متفقہ رائے سے منظور کر لیا گیا۔ تو حزبِ اختلاف اور حزبِ اقتدار فرطِ مسرت سے آپس میں بغل گیر ہوگئے۔ پورے ملک میں اسلامیانِ پاکستان نے گھی کے چراغ جلائے۔ یہ دن ہمیں اپنے اسلاف کی بے مثال قربانیوں کی یاد دلاتا ہے جن کی برکت سے قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ میں ان ہزاروں شہداءِ ختمِ نبوت کو سلام پیش کرتا ہوں جنہوں نے جنگِ یمامہ کے شہداء کی تقلید میں اس عظیم مقصد کے لئے اپنی جوانیاں لٹا دیں۔ مجلسِ احرارِ اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت سمیت تمام دینی جماعتوں اور مکاتبِ فکر نے مسلسل کئی روز تک اظہارِ تشکر کے لئے اجتماعات جاری رکھے اور بانیٔ احرار حضرت امیرِ شریعتؒ کے قبر پر کئی روز تک کراچی سے چترال تک کے لوگ آ کر قرآن خوانی کرتے رہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم اور ۱۹۸۴ء کے امتناعِ قادیانیت صدارتی آرڈیننس پر نیک نیتی کے ساتھ موثر طور پر عمل درآمد کرائے اور مرزائیوں کو اپنی متعینہ حیثیت کے اندر رہنے کا پابند بنائے اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں مرتد کی شرعی سزا نافذ کرے۔

اس وقت برصغیر میں اس مسئلہ کی داعی جماعت مجلسِ احرارِ اسلام اور اس کے شعبہ تبلیغ تحریک تحفظ ختم نبوت کے علاوہ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت اور انٹرنیشنل ختمِ نبوت موومنٹ عقیدہ ختمِ نبوت کے تحفظ اور مرزائیت کے استیصال کے لئے کام کر رہی ہیں۔ جبکہ بعض شخصیات اور علاقائی ادارے بھی اس محاذ پر بڑی محنت کر رہے ہیں۔

بقیہ ص 64 پر